پاکستان میں احمدیت کے خلاف
کذب و افترا کی نہایت دل آزار
مہم اور اُس کا پس منظر

الناشر:- ایڈیشنل ناظر اشاعت و وکیل التصنیف لندن

پاکستان میں احمدیّت کے خلاف

کذب و افترا کی نہایت دلآزار مہم

اور اُس کا پس منظر

عرضِ حال

جماعتِ احمدیہ کے خلاف حکومتِ پاکستان ایک لمبے عرصہ سے جو ظالمانہ کاروائیاں کر رہی ہے اس کا منہ بولتا ثبوت، تعصب سے پُر وہ مزعومہ "قرطاسِ ابیض" جس کا نام "قادیانیت، اسلام کے خلاف سنگین خطرہ" ہے جو حکومت نے شائع کیا ہے اور جس میں اپنے اس آرڈیننس کے جواز میں جو ۲۶ اپریل ۱۹۸۴ء کو جاری کیا گیا تھا، کئی عذرِ لنگ پیش کئے ہیں۔

اس رسالہ کی اشاعت کے ذریعہ سے اس نام نہاد اسلامی حکومت نے اسلامی تعلیم سے سراسر پہلو تہی برتتے ہوئے احمدیوں سے ان کے جملہ مذہبی، معاشرتی اور انسانی حقوق چھین لئے ہیں۔ اس پر مستزاد اس مزعومہ "قرطاسِ ابیض" کے ذریعہ یہ کہنے کی کوشش بھی کی گئی ہے کہ جماعتِ احمدیہ کے عقائد اور طور اطوار کی وجہ سے ہم مجبور تھے کہ ان پر یہ قیود لگاتے۔

جہانتک اس قرطاسِ ابیض میں جماعت کے خلاف اٹھائے گئے اعتراضات کی نوعیت کا سوال ہے یہ تو وہی بے ہودہ، فرسودہ اور گھسے پٹے اعتراضات ہیں جن کا جواب جماعت کے لٹریچر میں قرآن وحدیث کی روشنی میں بارہا کافی وشافی طور پر دیا جا چکا ہے جو آج لاتعداد کُتب کی شکل میں شائع شدہ موجود ہیں۔

گو ہمیں دلائلِ قاطعہ و براھینِ ساطعہ سے مزین اس لٹریچر کی موجودگی میں مزعومہ "قرطاسِ ابیض" میں کئے گئے اعتراضات کا جواب دینے کی کوئی ضرورت تو نہ تھی مگر اس خیال سے کہ غیر یہ نہ سمجھیں کہ ہم جواب نہیں دے سکے۔ یا اس لٹریچر کے بالعموم ضبط ہو چکنے کی وجہ سے متلاشیانِ حق کو کسی وقت کا سامنا نہ کرنا پڑے سیدنا امام جماعت احمدیہ خلیفۃ المسیح الرابع حضرت مرزا طاہر احمد ایدہُ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے خود اپنے خطبات جمعہ میں ان اعتراضات کے جواب دیئے ہیں۔ خدا تعالیٰ کی مخفی در مخفی حکمتوں نے خود امام جماعت احمدیہ کی زبان مبارک سے ان اعتراضات کے جواب دلا کر سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ۸۲ سال پرانے ایک رویا کو پورا فرمایا۔

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں

"خواب میں میں نے دیکھا۔ میرے ہاتھ میں ایک کتاب ہے کسی مخالف کی۔ میں اس کو پانی میں دھو رہا ہوں

اور ایک شخص پانی ڈالتا ہے۔ جب میں نے نظر اُٹھا کر دیکھا
تو وہ ساری کتاب دھولی گئی ہے اور سفید کاغذ نکل آیا
ہے۔ صرف "ٹائٹل پیج پر ایک نام یا اس کے مشابہ رہ گیا ہے۔"
(۱۰ ستمبر ۱۹۰۳ء ۔ تذکرہ ۴۸۵)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اس رؤیا میں "پانی ڈالنے" والے حصّہ کو پورا
کرنے کی سعادت ہمارے نوجوان مبلغ چوہدری ہادی علی صاحب مبلغ انگلستان کو نصیب ہوئی جو
حوالجات کی تیاری میں حضور ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کی مدد کرتے رہے۔
مزعومہ قرطاس ابیض کے جوابات پر مشتمل یہ خطبات اب مختلف مواضیع کے لحاظ
سے الگ الگ پمفلٹس کی صورت میں ایک سیریز (SERIES) کی صورت میں شائع کئے جا رہے
ہیں۔ آئندہ پروگرام یہی ہے کہ ہم ان سب کو یکجائی صورت میں کتابی شکل میں بھی شائع
کریں گے۔ انشاء اللہ العزیز۔
خدا کرے یہ اُن سب لوگوں تک پہنچیں جو ان کے مطالعہ کی تمنا رکھتے ہیں اور
اللہ تعالیٰ انہیں بہتوں کی ہدایت کا موجب بنائے۔ آمین۔

خاکسار
مبارک احمد ساقی

ایڈیشنل ناظر اشاعت وکیل التصنیف
لندن
ستمبر 1985ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

خطبہ جمعہ

احمدیوں کے خلاف تمام تر غیر منصفانہ اور ظالمانہ اقدامات کے باوجود حکومت کو اپنی کوششوں میں ناکامی کا منہ دیکھنا پڑا ہے

ایک طرف احمدیوں میں پہلے سے کہیں بڑھ کر بلند ارادے اور قربانیوں کی نئی امنگیں پیدا ہوئی ہیں

دوسری طرف عوام کے ضمیر کو جھنجھوڑنے کا جو سامان ہم نہیں کر سکتے تھے وہ اللہ کی تقدیر نے کر دیا ہے

۱۹۸۴ء احرار کا سال تھا اور انشاء اللہ تعالیٰ ۱۹۸۵ء جماعت احمدیہ کا سال ثابت ہو گا

فرمودہ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

بتاریخ ۲۵ صلح ۱۳۶۴ ہش بمطابق ۲۵ جنوری ۱۹۸۵ء بمقام مسجد فضل لندن

تشہد و تعوذ اور سورۃ فاتحہ کے بعد حضور نے مندرجہ ذیل آیات کی تلاوت فرمائی:۔

"وَقَالَتِ الْيَهُوْدُ عُزَيْرُ ابْنُ اللّٰهِ وَقَالَتِ النَّصٰرَى الْمَسِيْحُ ابْنُ اللّٰهِ ؕ ذٰلِكَ قَوْلُهُمْ بِاَفْوَاهِهِمْ ۚ يُضَاهِـُٔوْنَ قَوْلَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَبْلُ ؕ قٰتَلَهُمُ اللّٰهُ ۚ اَنّٰى يُؤْفَكُوْنَ ۝ اِتَّخَذُوْٓا اَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَالْمَسِيْحَ ابْنَ مَرْيَمَ ۚ وَمَآ اُمِرُوْٓا اِلَّا لِيَعْبُدُوْٓا اِلٰهًا وَّاحِدًا ۚ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ؕ سُبْحٰنَهٗ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ۝ يُرِيْدُوْنَ اَنْ يُّطْفِـُٔوْا نُوْرَ اللّٰهِ بِاَفْوَاهِهِمْ وَيَاْبَى اللّٰهُ اِلَّآ اَنْ يُّتِمَّ نُوْرَهٗ وَلَوْ كَرِهَ الْكٰفِرُوْنَ ۝ هُوَ الَّذِيْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ ۙ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ ۝"

(التوبۃ آیت۔ ۳۱-۳۲-۳۳)

اور پھر فرمایا:۔

"پاکستان کی موجودہ حکومت نے احمدیت کی تکذیب کی جو مہم چلا رکھی ہے اس کی کئی شکلیں ہیں۔ ایک تو مُلک کے معصوم عوام پر یہ دباؤ ڈالا جارہا ہے اور اُن کے مفادات کو اس شرط کے ساتھ مشروط کردیا گیا ہے کہ جب تک وہ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کی تکذیب نہیں کریں گے اُن کے کام نہیں چل سکیں گے۔ چنانچہ اس طرح پاکستان کی موجودہ حکومت نے حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصّلوٰۃ والسّلام

کی تکذیب کو ایک عوامی شکل دے دی ہے ۔ تاہم یہ کوئی ایسی عوامی تحریک نہیں کہ جس میں لوگوں کے دل سے از خود یہ خواہش اُٹھے بلکہ یہ

مُلک کا موجُودہ قانُون

ہے جو ہر پاکستانی شہری کو مجبور کر رہا ہے کہ یا تو وہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تکذیب کرے یا بعض مفادات سے محروم رہ جائے ۔ یہاں تک کہ اب ووٹ دینے کا حق بھی کسی پاکستانی کو نہیں مل سکتا جبتک کہ وہ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تکذیب نہ کرے ۔ اور بکثرت ایسی مثالیں پاکستان کے اندر بھی اور پاکستانی شہریوں میں سے اُن کی جو باہر بستے ہیں ہمارے سامنے آتی ہیں کہ وہ اس پر احتجاج کرتے ہیں اور کھلم کھلا یہ کہتے ہیں کہ ہم نہیں جانتے کہ مرزا صاحب کیا تھے اور کیا واقعتہً خدا تعالیٰ نے انہیں بھیجا بھی تھا کہ نہیں ۔ اس لئے یہ گناہ ہمارے سر پہ نہ رکھو۔ لیکن چونکہ اس کے بغیر اُن کے کام نہیں چل سکتے اور اُن کو مجبور کیا جاتا ہے اس لئے بالآخر اُن میں سے بھاری تعداد تکذیب پر دستخط کرنے پر مجبور ہو جاتی ہے ،

تکذیب کا دوسرا طریق یہ اختیار کیا جا رہا ہے کہ احمدیوں کو

اُن کے مفادات سے محروم

رکھا جا رہا ہے ، اُن پر مظالم توڑے جا رہے ہیں ، اُن پر ظلم کرنے والوں کی تائید کی جا رہی ہے ۔ احمدیوں کے مال لُوٹنے والوں کو تحفّظ دیا جا رہا ہے

اور اُن کی جان پر حملے کرنے والوں کو حکومت کی چھتری کے تلے امن مل رہا ہے جب کہ احمدیت کے حق میں گواہوں کو یا احمدیوں کے حق میں آنے والے گواہوں کو جھٹلایا جاتا ہے اور مخالف فریق کے فرضی گواہوں کو بھی تسلیم کر لیا جاتا ہے۔ غرضیکہ اس نوع کے بکثرت دباؤ ہیں مثلاً ملازمتوں سے محروم کر دیا جاتا ہے، طلباء کو تعلیم کے حق سے محروم کرنے کی کوشش کی جاتی ہے، یہ اور اسی قسم کے بعض دوسرے دباؤ روزمرّہ کی زندگی میں اس کثرت سے ڈالے جا رہے ہیں کہ وہ سمجھتے ہیں کہ اس طریق پر احمدی بھی بالآخر تنگ آ کر احمدیت کو چھوڑنے پر مجبور ہو جائیں گے۔ لیکن جیساکہ تمام دُنیا جانتی ہے اور پاکستان میں بھی اب یہ احساس بڑی شدّت سے پیدا ہو رہا ہے کہ یہ سارے ذرائع احمدیوں کو احمدیت سے ہٹانے میں کامیاب نہیں ہوئے بلکہ اس کے بالکل برعکس نتیجہ نکلا ہے۔ خدا کے فضل سے اتنی شدّت اور قوّت کے ساتھ ایمان اُبھرے ہیں اور اخلاص میں ترقی ہوئی ہے اور

قربانیوں کی نئی اُمنگیں

پیدا ہوئی ہیں کہ اس سے پہلے اس قسم کی کیفیت اور شدّت نظر نہیں آتی تھی۔ اب خدا کے فضل سے جماعت میں ایسا حوصلہ، ایسا عزم اور پھر قربانیوں کے ایسے بلند ارادے پیدا ہو گئے ہیں جو پہلے نظر نہیں آتے تھے۔ پس یہ اللہ تعالیٰ کا خاص فضل ہے کہ اس پہلو سے بھی حکومت مخالفانہ کوشش میں ناکام ہو گئی ہے۔

جہاں تک پہلی کوشش کی ناکامی کا تعلق ہے۔ امر واقعہ یہ ہے کہ جماعت کے دوستوں کی طرف سے جتنی بھی اطلاعات ملتی ہیں اُن سے پتہ لگتا ہے کہ ہر وہ پاکستانی جو احمدی نہیں ہے جب وہ تکذیب پر دستخط کرتا ہے تو اس کے اندر خوف کا ایک احساس جاگتا ہے۔ وہ اپنے دل میں یہ سوال اُٹھتا ہوا محسوس کرتا ہے کہ جس شخص کی مَیں تکذیب کر رہا ہوں اس کے دعاوی کی جانچ پڑتال مَیں نے کبھی لی تھی کہ نہیں؟ مَیں نے اس کے دعویٰ کے بارہ میں تحقیق کرکے پورے اطمینان سے یہ فیصلہ کیا ہے کہ وہ شخص جھوٹا ہے یا محض اپنے دنیوی مفاد کی خاطر مجبور ہو کر اور ذلت کیساتھ تکذیب پر دستخط کرنے پر پابند کیا گیا ہُوں۔

یہ ایک عام اِحساس ہے

جو لوگوں میں پیدا ہو رہا ہے۔ چنانچہ ضمیر کو جھنجھوڑنے کا جو سامان ہم نہیں کر سکتے تھے وہ اللہ کی تقدیر نے اس طرح کروا دیا ہے۔ ورنہ اس سے پہلے احمدیت کے بارہ میں عدم دلچسپی عام تھی، لاعلمی عام تھی۔ اور امر واقعہ یہ ہے کہ گو مختلف فرقوں میں مسلمان بٹے ہوئے ہیں لیکن اُن میں سے ایسے بہت کم لوگ ہوتے ہیں جو جانتے ہیں کہ اُن کے عقائد کیا ہیں، اُن کی اسلامی نظریاتی بُنیاد کیا ہے، اسلام کے وہ کون سے عملی تقاضے ہیں جن کو انہوں نے پورا کرنا ہے۔ غرض ایک قسم کی غفلت کی حالت ہوتی ہے جس میں بظاہر مختلف فرقوں میں بٹے ہُوئے لوگ زندگی گزار

رہے ہوتے ہیں۔ اور چونکہ اُن کو جماعت احمدیہ کے متعلق بھی علم نہیں تھا اس لئے اُن میں جماعت کے بارہ میں کوئی دلچسپی پیدا نہیں ہو رہی تھی۔ اُن میں بہت کم لوگ تھے جو اس وجہ سے مخالفت کرتے تھے کہ وہ سمجھتے تھے کہ جماعت احمدیہ (نعوذ باللہ) جھوٹی ہے۔ جب کہ بڑی بھاری تعداد ایسے لوگوں کی ہے جو مولویوں کے ڈر سے اور عوام الناس کے دباؤ کے پیشِ نظر خاموش تماشائی بنے بیٹھے تھے۔ لیکن اب

پاکستان کے کونے کونے میں احمدیت کا چرچا

ہے۔ ایسے علاقوں میں بھی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا نام پہنچ گیا ہے جہاں کسی احمدی نے کبھی جھانک کر بھی نہیں دیکھا تھا۔ وہاں نہ صرف احمدیت سے لوگ متعارف ہو رہے ہیں بلکہ انسانی ضمیر کو کچوکے دیئے گئے ہیں کیونکہ کلیۃً لاعلم آدمیوں کو بھی ایک ایسے فیصلہ پر مجبور کیا گیا ہے جس کے وہ مجاز نہیں تھے۔ پس اس کے نتیجہ میں احمدیت کو سمجھنے اور پہچاننے کے بارہ میں جو دلچسپی پیدا ہو سکتی تھی وہ خدا کے فضل سے پیدا ہو رہی ہے اور اس کے اثرات ابھی سے ظاہر ہونے شروع ہو گئے ہیں۔

احمدیت کے خلاف ان دنوں تیسری کوشش اشاعت لٹریچر کے ذریعہ کی گئی ہے جو بڑے وسیع پیمانے پر شائع کر کے تقسیم کروایا گیا ہے۔ تمام دنیا میں مختلف زبانوں میں بعض پمفلٹ تقسیم کروائے گئے، پاکستان کے سفارت خانوں کے ذریعہ بھی اور براہِ راست بھی۔ جن میں سراسر

کذب اور افتراء سے کام لیتے ہوئے حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کی کردار کُشی کی کوششیں کی گئی ہیں جو عالمگیر جماعت احمدیہ کے لئے انتہائی تکلیف کا موجب ہیں۔ خصوصاً پاکستان کے احمدیوں کے لئے جہاں دن رات اخباروں میں بھی یہی چرچا ہو رہا ہے اور حکومتِ وقت کروڑوں روپیہ خرچ کر کے حضرت مسیح موعود علیہ الصّلوٰۃ والسلام کو گالیاں دِلوا رہی ہے اور خود بھی دے رہی ہے اور اس تکذیب میں کسی بھی دنیاوی، عقلی، انسانی، اور اخلاقی قانون اور ضابطے کا قطعاً کوئی پاس نہیں۔

چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کے خلاف مختلف زبانوں میں ایسے ایسے فرضی قصّے بنا کر شائع کئے جا رہے ہیں اور تمام دنیا میں اُن کی تشہیر کی جا رہی ہے کہ عقل دنگ رہ جاتی ہے، انسان حیران ہو جاتا ہے کہ اس مہذب دَور میں بھی ایسی

اخلاقی گراوٹ کے نمونے

دیکھے جا سکتے تھے؟ ایک عام انسان میں بھی اگر وہ چیزیں پائی جائیں تو ایک انتہائی اخلاقی گراوٹ کی نشاندہی کرتی ہیں چہ جائیکہ حکومتی سطح پر اخلاق سے گری ہوئی باتیں رونما ہوں۔ حکومتیں تو خواہ دہریہ ہی کیوں نہ ہوں وہ ذمہ داری کا ثبوت دیا کرتی ہیں، اُن کی زبان میں کچھ وقار اور اسلوبِ حکمرانی میں کچھ شائستگی ہوتی ہے جس کی وہ بالعموم پیروی کرتی ہیں اور خواہ کسی فریق کو وہ کتنا ہی بُرا اور دشمن سمجھتی

ہوں پھر بھی وہ دنیا کے رسمی تقاضوں کو ہمیشہ ملحوظ رکھتی ہیں۔ لیکن دنیا
میں ایک پاکستان ہے جہاں نمونے کی ایک ایسی حکومت قائم ہو گئی ہے
جس نے تمام اخلاقی تقاضوں کو بالائے طاق رکھ دیا ہے اور تمام اخلاقی
قیود کو توڑ کر پھینک دیا ہے اور احرار کی ایک ایسی عامیانہ زبان اختیار
کر لی ہے جو کبھی موچی دروازہ لاہور یا امرتسر کے بازاروں میں سُنی جاتی تھی
یا پھر اُن دنوں سُنائی دیتی تھی جب اُن کے فرضی "فاتح قادیان" پر حملے کیا
کرتے تھے۔ اب وہ زبان حکومت پاکستان کی زبان بن گئی ہے اور اس
حکومت کے مزاج پر، اس کے کردار پر اور اس کے

طرزِ حکومت پر احراریت کا پُوری طرح رنگ

آچکا ہے۔ چنانچہ یہی وہ تصویر ہے جو ساری دُنیا میں اس حکومت کی
اُبھر رہی ہے۔

اِن دنوں احمدیت پر اور حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصّلوٰۃ
والسّلام کی ذات پر من گھڑت الزام لگا کر حملے کرنا حکومت کا معمول بن چکا
ہے۔ چنانچہ اس سلسلہ میں ایک چھوٹا سا رسالہ ہے جس کا نام ہے "قادیانیت
اسلام کے لئے سنگین خطرہ"۔ اسے وائٹ پیپر یعنی قرطاس ابیض کے سے
اہتمام کے ساتھ شائع کر کے ساری دنیا میں بڑی کثرت سے تقسیم کیا گیا ہے۔ ایک
گزشتہ خطبہ جمعہ میں مَیں نے اس بات کا اظہار کیا تھا کہ میرا خود ارادہ ہے
انشاء اللہ اس کے متعلق ایک ایک اعتراض کو سامنے رکھ کر کچھ بیان

کروں گا۔ لیکن اس عرصہ میں جماعت کے مختلف علماء اور لکھنے والوں نے اپنے طور پر بھی کوششیں کیں۔ بعض دوستوں کو میں نے پیغام بھجوائے تھے انہوں نے بہت اچھے اور عمدہ مضامین تیار کرکے بھجوائے ہیں۔ اُن میں سے کچھ مضامین اشاعت کے لئے تیار بھی ہو چکے ہیں۔ تاہم ان مضامین کا ایک تو ہر احمدی تک پہنچنا مشکل ہے۔ دوسرے جماعت کا ایک حصّہ غیر تعلیم یافتہ بھی ہے اور ایک حصّہ ایسا بھی ہے جہاں پڑھنے کا رواج ہی نہیں ہے اور بعض لوگوں کے مزاج میں پڑھنے کی عادت بھی نہیں ہوتی اس لئے خطبات کے ذریعہ جتنا کثیر اور گہرا رابطہ جماعت سے ممکن ہے اُتنا کسی اور ذریعہ سے ممکن نہیں ہے۔ چنانچہ خطبہ کی CASSETTE کے ذریعہ رابطہ اور پھر کیسیٹ کا مختلف زبانوں میں ترجمہ کرکے مربیان مختلف جماعتوں سے جو رابطہ قائم کرتے ہیں اس کے میں نے بہت فوائد دیکھے ہیں۔ رابطہ کا یہ ذریعہ بہت ہی مؤثر ثابت ہوا ہے۔ گو اس سلسلہ میں جو علمی کوششیں کی گئی ہیں وہ اپنی جگہ بڑی عمدہ اور نہایت مفید ہیں، اُن سے بھی استفادہ کیا جائے گا۔ لیکن جیسا کہ میں نے ذکر کیا تھا میں خود بھی انشاء اللہ اس موضوع پر کچھ نہ کچھ کہوں گا۔ تاہم آج کے خطبے میں پہلے تو میں اس

مخالفت کا پس منظر

بیان کرنا چاہتا ہوں اور پھر مختصراً اُن اعتراضات کو لوں گا جو اس مزعومہ قرطاسِ ابیض میں دہرائے گئے ہیں۔ اور بعد میں اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی

توفیق سے یا تو خطبات میں سلسلہ وار جواب دوں گا یا پھر کسی جلسہ کے موقع پر جب زیادہ وقت مہیّا ہو بعض مضامین کو انشاء اللہ بیان کرنے کی کوشش کروں گا۔

جہاں تک اس مخالفت کے پس منظر کا تعلّق ہے احباب جماعت کو معلوم ہونا چاہیئے کہ یہ ایک باقاعدہ گہری سازش کا نتیجہ ہے اور اس سلسلہ میں جو لمبی کوششیں ہو رہی ہیں اُن کو یہ پس منظر ظاہر کرتا ہے۔ دوستوں کو عموماً ربط کے ساتھ معلوم نہیں کہ کیا ہوتا رہا ہے اور اب کیا ہو رہا ہے اور موجودہ واقعات کی کون سی کڑیاں ہیں جو ۱۹۷۴ء کے واقعات سے ملتی ہیں۔ چنانچہ موجودہ مخالفت کا کچھ پس منظر تو اس رنگ میں سامنے آتا ہے کہ اس وقت جماعت کے خلاف جو جدوجہد ہو رہی ہے وہ مربُوط شکل میں کس طرح آگے بڑھی ہے اور اب کس شکل میں ظاہر ہوئی ہے۔ پھر

اِس پس منظر کا ایک پہلُو اَور بھی ہے

جس کا غیر ملکی طاقتوں سے تعلّق ہے یا غیر مذاہب سے تعلّق ہے۔ بڑی بڑی استعماری طاقتیں ہیں جو ان کوششوں کی پُشت پناہی کر رہی ہیں اور اُن کے بہت بُرے ارادے ہیں جو باقاعدہ ایک منصوبے کے طور پر آج سے سالہا سال پہلے بلیو پرنٹ[1] کی شکل اختیار کر چکے تھے۔ باقاعدہ تحریر میں باتیں آ چکی تھیں۔ آپس میں باقاعدہ معاملات طے ہو چکے تھے۔ چنانچہ اربوں روپیہ ایک منصوبے کے تحت جماعت کے خلاف استعمال ہو رہا ہے

[1] BLUEPRINT

کم از کم ۲۰ سال سے تو مَیں بھی جانتا ہوں کہ کیا ہو رہا ہے۔ یہی نہیں بلکہ ہماری مخالف جماعتوں کو باقاعدہ تربیت دی گئی اور پاکستان کے جو مُلکی حالات ہیں اُن میں دخل اندازی کا بھی اس کو ذریعہ بنایا گیا۔ اس کی بہت سی تفاصیل ہیں اگر موقع پیدا ہوا یا ضرورت محسوس ہوئی تو انشاء اللہ بعد میں ان کا ذکر کروں گا۔

پس جیسا کہ مَیں نے بتایا ہے ہمارے خلاف اُٹھنے والی اس

موجودہ مہم کا ۱۹۷۴ء کے ساتھ ایک گہرا تعلق

ہے اور ۱۹۷۴ء کے واقعات کی بُنیاد دراصل پاکستان کے ۱۹۷۳ء کے آئین میں رکھ دی گئی تھی۔ چنانچہ آئین میں بعض فقرات یا دفعات شامل کر دی گئی تھیں تاکہ اس کے نتیجہ میں ذہن اس طرف متوجہ رہیں اور جماعت احمدیہ کو باقی پاکستانی شہریوں سے ایک الگ اور نسبتاً ادنیٰ حیثیت دی جائے۔ مَیں نے ۱۹۷۳ء کے آئین کے نفاذ کے وقت اس خطرہ کو بھانپتے ہوئے حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کی خدمت میں عرض کیا اور آپ کو اس طرف توجہ دلائی۔ بعد ازاں جس طرح بھی ہو سکا جماعت مختلف سطح پر اس مخالفانہ رویّہ کے اثرات کو زائل کرنے کی کوشش کرتی رہی۔ لیکن ان کوششوں کے دوران یہ احساس بڑی شدّت سے پیدا ہوا کہ یہ صرف یہاں کی حکومت نہیں کروا رہی بلکہ یہ ایک لمبے منصوبے کی کڑی ہے اور اس معاملہ نے آگے بڑھنا ہے۔ بہرحال ۱۹۷۴ء میں ہمارے خدشات پوری طرح کُھل کر سامنے آگئے۔

۱۹۷۴ء میں پاکستان کو جو حکومت نصیب تھی، اُس میں اور موجودہ حکومت میں ایک نمایاں فرق ہے۔ وہ حکومت حیادار تھی۔ اُسے اپنے مُلک کے باشندوں کی بھی حَیا تھی اور بیرونی دنیا کی حکومتوں کی حَیا بھی تھی۔ تاہم احمدیت کی دشمنی میں کمی نہیں تھی۔ یعنی جہاں تک منصوبے کا تعلق ہے اور

جماعت کی بُنیادوں پہ سنگین حملہ

کرنے کا تعلق ہے دونوں میں یہ دشمنی قدرِ مشترک ہے۔ اور بھٹو صاحب کے زمانہ کی حکومت اور موجودہ حکومت میں اس پہلو سے کوئی فرق نہیں لیکن جہاں تک حَیا کا تعلق ہے اس میں نمایاں فرق ہے۔ بھٹو صاحب ایک عوامی لیڈر تھے اور عوام کی محبّت کے دعویدار بھی تھے اور وہ چاہتے تھے کہ اپنے ملک کے عوام میں ہر دلعزیز لیڈر بنے رہیں اور عوام کو یہ محسوس نہ ہو کہ وہ دھاندلیاں کرکے اور آمرانہ طریق اپنا کر حکومت کرنے کے خواہاں ہیں سوائے اس کے کہ اشدّ مجبوری ہو۔ چنانچہ انہوں نے جماعت احمدیہ کے خلاف اقدامات کرنے سے پہلے ایک عوامی عدالت کا رنگ دیا اور قومی اسمبلی میں معاملہ رکھا گیا اور اس میں جماعت کو بھی اپنے دفاع کا ایک موقع دیا گیا تاکہ بیرونی دنیا کو اعتراض کا موقع نہ ملے۔ دراصل اس طرح وہ بیرونی دنیا میں اپنا اثر بڑھانا چاہتے تھے۔ بیرونی دنیا میں بھی اُن کی تمنّائیں بہت وسیع تھیں۔ وہ صرف پاکستان کی رہنمائی پر راضی نہیں تھے بلکہ اپنا اثر و رسوخ اردگرد کے علاقے میں پھیلانا چاہتے تھے جیسے پنڈت نہرو اُبھرے تھے اُس طرح وہ مشرق کے لیڈر

کے طور پر اُبھرنے کی تمنّا رکھتے تھے۔ وہ چاہتے تھے کہ صرف پاکستانی رہنما کے طور پر ہی نہیں بلکہ مشرق کے ایک عظیم رہنما کے طور پر اُبھریں اور دنیا سے اپنی سیاست کا لوہا منوائیں۔ پس اس وجہ سے بھی چونکہ اُن کی آنکھوں میں بیرونی دنیا کی شرم تھی۔ وہ چاہتے تھے کہ اندرون اور بیرون ملک جماعت کا معاملہ اس رنگ میں پیش کیا جائے کہ گویا وہ بالکل مجبور ہو گئے تھے، اُن کے اختیار میں نہیں رہا تھا، بایں ہمہ انہوں نے عوامی دباؤ کو براہِ راست قبول نہیں کیا بلکہ جماعت احمدیہ کے سربراہ اور اُن کے ساتھ چند آدمیوں کو بُلا کر ایک موقع دیا کہ وہ اپنے مسلک کو پیش کریں۔ چنانچہ ایک لمبا عرصہ قومی اسمبلی نے اس سلسلہ میں وقت خرچ کیا اور بالآخر بھٹو صاحب کو قومی اسمبلی کا عذر ہاتھ آگیا اور انہوں نے یہ کہہ دیا کہ اب میں کیا کرسکتا ہوں لیکن اس

حیا کا موجودہ حکومت میں فقدان

ہے اس لئے کہ یہ نہ عوامی حکومت ہے نہ اِسے بیرونی دنیا میں کسی رائے عامہ کی پرواہ ہے۔ ایک آمر بہرحال ایک آمر ہی ہوتا ہے اس لئے بظاہر وہ جتنی مرضی کوششیں کرے لیکن آمریت کا یہ لازمی تقاضا ہے کہ جو کچھ بھی ہو، جو کچھ بھی دنیا کہے اس کی پرواہ نہیں کرنی۔ آمریت کے مزاج میں یہ بات داخل ہے کہ کوشش کر دیکھو مفت میں دُنیا کی ہر دلعزیزی ہاتھ آجائے تو ٹھیک ہے لیکن نہ بھی آئے تو آمریت تو پیچھے نہیں ہٹا کرتی اس لئے آمریت میں جو بے پرواہی پائی جاتی ہے وہ ہمارے خلاف موجودہ مہم میں بھی بالکل

ظاہر و باہر ہے۔

۱۹۷۴ء میں حکومت نے اپنے فیصلہ کے دوران جماعت کو موقع تو دیا اور چودہ دن قومی اسمبلی میں سوال و جواب ہوتے رہے۔ جماعت نے اپنا موقف تحریری طور پر بھی پیش کیا لیکن ساتھ ہی چونکہ وہ بڑی ہوشیار اور چالاک حکومت تھی اُس نے قومی اسمبلی کی کارروائی کے دوران ہی یہ محسوس کر لیا تھا کہ اگر یہ باتیں عام ہوگئیں اور سوال و جواب پر مشتمل اسمبلی کی کارروائی اور اس کی جملہ روئداد دنیا کے سامنے پیش کر دی گئی تو حکومت کا مقصد حل نہیں ہو سکے گا۔

بلکہ برعکس نتیجہ نکل سکتا ہے

اور عین ممکن ہے کہ بجائے اسے سراہنے کے کہ جماعت کو ہر قسم کا حق دینے کے بعد ایک جائز فیصلہ ہوا ہے دنیا بالکل برعکس نتیجہ نکالے اور کہے کہ جماعت تو اس کارروائی کے نتیجہ میں بہت ہی زیادہ مظلوم ثابت ہوتی ہے کیونکہ جماعت نے اپنے موقف کی تائید میں اتنے مضبوط اور قوی دلائل پیش کئے جو عقلی بھی ہیں اور نقلی بھی اور ان کے پیش نظر کوئی یہ نتیجہ نکال ہی نہیں سکتا کہ جماعت احمدیہ مسلمان نہیں ہے۔ چنانچہ اُس وقت کی حکومت نے اس خطرہ کی پیشبندی اس طرح کی کہ جماعت کو قانوناً اور حکماً پابند کیا گیا کہ قومی اسمبلی میں جو بھی کارروائی ہو رہی ہے اس کا کوئی نوٹ یا کوئی ریکارڈنگ اپنے پاس نہیں رکھیں گے اور یہ فیصلہ بھی کیا گیا کہ حکومت اس کارروائی کو دنیا

میں ظاہر نہیں ہونے دے گی۔

اس کارروائی کا نتیجہ کیا تھا وہ اِس واقعہ سے ظاہر ہو سکتا ہے کہ ایک دفعہ قومی اسمبلی کے ایک ممبر سے ایک موقع پر یہ سوال ہُوا کہ آپ اس کارروائی کو شائع کیوں نہیں کرواتے، ساری قومی اسمبلی نے آپ کے بیان کے مطابق متفقہ فیصلہ دے دیا ہے کہ جماعت احمدیہ غلط ہے اور اپنے عقائد کے لحاظ سے اس کا اسلام کے ساتھ کوئی تعلق نہیں تو پھر اسمبلی کی کارروائی شائع کر کے ان کا جھوٹ دُنیا پر ظاہر کریں۔ انہوں نے ہنس کر جواب دیا تم کہتے ہو شائع کریں شکر کرو کہ ہم شائع نہیں کرتے اگر ہم اسے شائع کر دیں تو آدھا پاکستان احمدی ہو جائے، مَیں سمجھتا ہوں یہ کہنا اُن کی کسرِ نفسی تھی اگر

پاکستان کے شریف عوام

تک جماعت احمدیہ کا موقف حقیقتاً پہنچ جائے تو کوئی وجہ ہی نہیں کہ سارا پاکستان احمدی نہ ہو جائے سوائے اُن چند بدنصیب لوگوں کے جو ہمیشہ محروم رہ جاتے ہیں، ہدایت اُن کے مقدر میں نہیں ہوتی کیونکہ وَمَنْ يُّضْلِلْهُ فَلَا هَادِيَ لَهٗ جن لوگوں کو اللہ تعالیٰ ہدایت نہیں دینا چاہتا دنیا کی کوئی طاقت ان کو ہدایت نہیں دے سکتی۔ پس ایسے استثنا تو موجود ہیں، لیکن مجھے پاکستان کی بھاری اکثریت سے حُسنِ ظن ہے کہ اگر اُن تک جماعت احمدیہ کا موقف صحیح صورت میں پہنچ جائے خصوصاً موجودہ دور کی نسلوں تک جو نسبتاً زیادہ معقول رنگ رکھتی ہیں اور تقلید کی اتنی قائل نہیں ہیں جتنی پچھلی

نسلیں قائل تھیں تو یقیناً اُن کی بھاری اکثریت بفضلہ تعالیٰ احمدی ہو جائے گی۔ چنانچہ موجودہ حکومت نے اس کی پیش بندی یوں کی کہ جماعت احمدیہ پر یکطرفہ حملے تو کئے لیکن جواب کی اجازت ہی نہیں دی۔ دفاع کا موقع ہی پیدا نہیں ہونے دیا۔ چنانچہ جماعت کے خلاف حملوں سے پہلے ہی حکومت نے الیسا رویّہ اختیار کر لیا کہ جماعت کا وہ لٹریچر ضبط کر لیا جائے جس میں اُن کے آئندہ کئے جانے والے حملوں کا جواب موجود ہے۔ حکومت کی پالیسی میں یہ جو

تضاد پایا جاتا ہے

اس سے بظاہر ایک بے عقلی کی بات بھی نظر آتی ہے لیکن بے عقلی سے زیادہ اس میں شرارت اور چالاکی پائی جاتی ہے۔ ایک طرف یہ کہا جاتا ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السّلام کا لٹریچر اس لئے ضبط کیا جا رہا ہے کہ اس سے پاکستان کے لوگوں کی دلآزاری ہوتی ہے اور دوسری طرف اُس میں سے صرف وہی حملے نکال کر شائع کئے جا رہے ہیں جن سے بقول اُن کے دلآزاری ہوتی ہے۔ کیسی احمقانہ بات ہے۔ تم کہہ یہ رہے ہو کہ حضرت مسیح موعود علیہ السّلام کی کتابیں ہم اس لئے ضبط کر رہے ہیں کہ اُن سے مسلمان عوام خصوصاً پاکستانی عوام کی دلآزاری ہوتی ہے۔ اور اس دلآزاری کا علاج یہ کیا ہے کہ وہ حصّے جن سے دلآزاری نہیں ہوتی اُن کا شائع کرنا تو قانوناً بند کر دیا اور جن سے تمہارے زعم میں دلآزاری ہوتی ہے اُن کو گورنمنٹ کے خرچ پر بصرفِ کثیر ساری دنیا میں پھیلا رہے ہو۔ پس بظاہر تو یہ

ایک تضاد ہے لیکن یہ تضاد ایک چالاکی کے نتیجہ میں ہے۔ انہوں نے

ایک ظالمانہ اور ناپاک حملہ

کرنا ہی تھا کیونکہ حضرت مسیح موعود علیہ السّلام کی کتب میں اعتراضات کے جوابات موجود ہیں اور ہر شریف النفس انسان جو ان کتابوں کا مطالعہ کرتا ہے اور سیاق و سباق کو دیکھتا ہے تو اعتراض خود بخود دُور ہو جاتا ہے۔ چنانچہ قومی اسمبلی کی کارروائی کے دوران بھی یہی ہوتا رہا۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے مجھے بھی ساتھ جانے کا موقع دیا تھا۔ اسمبلی کی کارروائی کے دوران مَیں نے اور میرے دوسرے ساتھیوں نے یہ بات بڑی حیرت کے ساتھ مشاہدہ کی کہ جب بھی حضرت مسیح موعود علیہ الصّلوٰۃ والسلام کی کتب پر کوئی حملہ کیا گیا تو حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ اس حوالہ کا کچھ حصّہ پہلے سے پڑھ کر اور کچھ حصّہ بعد کا پڑھ کر سُنا دیتے تھے اور اس کے بعد کسی جواب کی ضرورت ہی نہیں رہتی تھی، سُننے والوں کے چہروں پر اطمینان آ جاتا تھا کہ یہ حملہ فرضی ہے کتر بیونت کا نتیجہ ہے اور

سچّائی سے اس کا کوئی بھی تعلّق نہیں ہے

اور بعض جگہ وضاحت کی ضرورت پڑتی تھی تو وضاحت بھی فرما دیتے تھے۔ لیکن حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کی تحریرات اپنی ذات میں ہی اپنے اندر کافی جواب رکھتی ہیں۔ اگر سیاق و سباق سے الگ کرکے

صرف ایک ٹکڑے کو نکال کر غلط رنگ میں تحریف کے طور پر پیش کیا جائے تو اس سے دلآزاری ہو سکتی ہے حالانکہ تحریر کا وہ مقصد نہیں ہے، حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصّلوٰۃ والسلام وہ بات کہنا ہی نہیں چاہتے تھے جو آپ کی طرف منسوب کی جا رہی ہے۔ لیکن اُسے دلآزاری بنا کر یا اپنی طرف سے گھڑ کر شائع کیا جا رہا ہے اور اس دلآزاری کا جواب عوام سے چھپا لیا گیا۔ پس یہ تھی اِس حکومت کی حکمت عملی۔ چنانچہ اس کے نتیجہ میں اس واقعہ سے پہلے ہی کتابیں ضبط ہونی شروع ہو گئی تھیں۔ اسی پر بس نہیں کی پریس بھی ضبط ہو گئے، رسالے اور اخبار بھی بند ہو گئے۔

یہ بزدلی ہے جو ہمیشہ کمزوری کی نشانی ہوا کرتی ہے اور اس طرح

اُنہوں نے اپنی شکست تسلیم کر لی ہے

دنیا کی کوئی طاقت جو دلائل میں قوی ہو وہ ہتھیار نہیں اٹھایا کرتی اور دوسرے کی بات کے بیان کرنے کی راہ میں قانونی روکیں نہیں ڈالا کرتی۔ یہ عقل کے خلاف ہے اور ان کے اپنے مفاد کے خلاف ہے۔ اس لئے تمام قانونی کوششیں جو اس بات میں صرف کی جا رہی ہیں کہ کسی طرح جماعت احمدیہ کے خلاف تو حملے ہو جائیں لیکن جماعت احمدیہ کو جواب کا موقع نہ ملے، یہ شدید بزدلی کی علامت ہے اور شکست کا آخری اعتراف کہ اُن کے پاس دلائل کا فقدان ہے۔ چنانچہ ایک طرف جماعت احمدیہ کو اتنا کم تعداد بتایا جا رہا ہے کہ ستر اسّی ہزار نفوس سے زیادہ ان کی حیثیت ہی کوئی نہیں۔ اور دوسری

طرف یہ پروپیگنڈہ کیا جارہا ہے کہ احمدیت عالم اسلام کے لئے خطرہ ہے اور خطرہ بھی ایسا کہ اس سے پہلے عالم اسلام کے لئے ایسا خطرہ کبھی پیدا نہیں ہوا تھا۔ اور اسی پروپیگنڈہ پر بس نہیں کی بلکہ احمدیت کا لٹریچر بھی ضبط کیا گیا۔ ان تمام اقدامات پر بڑے فخر سے یہ کہا جارہا ہے کہ دیکھا اس خطرہ کا ہم نے حل کردیا ہے۔

چنانچہ گزشتہ حکومت کے اقدامات سے موازنہ کرتے ہوئے موجودہ حکومت نے جو مبیّنہ رسالہ شائع کیا ہے اس میں لکھتے ہیں کہ گزشتہ قومی اسمبلی کا واقعی یہ بڑا کارنامہ ہے لیکن باوجود اس کے کہ وہ قومی اسمبلی ان کو DISSOLVE کرنی پڑی اور اس پر یہ الزام لگایا گیا کہ اس کے سارے ممبران (الاماشاء اللہ) گندے اور بدکار لوگ ہیں۔ مگر پھر بھی انہوں نے قومی اسمبلی کے کارنامہ کو تسلیم کیا۔ کیونکہ ان کی سوچ اُن کے ساتھ ملتی تھی، ایک ہی رنگ کی اُدائیں تھیں اس لئے وہ کارنامہ تو تسلیم کرنا پڑتا تھا۔ اور تسلیم کیا کہ اس اسمبلی کا یہ ایک بہت بڑا اور عظیم الشان کارنامہ تھا جس کی رُو سے بظاہر

سو سالہ مسئلہ حل کردیا گیا

لیکن اُن سے یہ سو سالہ مسئلہ پوری طرح حل نہ ہوسکا کیونکہ اس سلسلہ میں جو قوانین بنانے رہتے تھے وہ ہمارے مقدر میں لکھے ہوئے تھے۔ چنانچہ ہم نے وہ قوانین اختیار کرکے اب اس جماعت کا ہمیشہ کے لئے قلع قمع کردیا ہے

اور اب عالمِ اسلام کو کوئی خطرہ نہیں رہا۔

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ وہ مسئلہ کس طرح حل ہُوا، مسلمان خطرہ سے کس طرح بچائے گئے اس کے متعلق مبیّنہ سرکاری کتابچے کے آخر پر لکھا ہے کہ ہم نے یہ مسئلہ یوں حل کیا کہ ایک حکم نافذ کر دیا جسکی رُو سے جماعت کی طرف سے اذان دینی بند ہو گئی، مسلمان کہلانا بند ہو گیا، اب کلمہ پڑھ اور لکھ نہیں سکتے اور مسجدوں کو مسجدیں نہیں کہہ سکتے اور مسلمانوں والی ادائیں اختیار نہیں کر سکتے اور قرآن کریم کے احکامات پر عمل نہیں کر سکتے۔ دیکھو اب ہم کتنے راضی ہیں، ہم نے کتنا عظیم الشّان مسئلہ حل کر دیا۔ گویا یہ وہ نتیجہ ہے جو انھوں نے آخر میں نکالا ہے۔ لیکن حماقت کی بھی کوئی حد ہوتی ہے۔ یعنی چالاکی کے اندر بھی بعض دفعہ حماقتیں ہوتی ہیں اور اس کی وجہ یہ ہے کہ جس آدمی کے پاس سچائی نہ ہو وہ اپنے مقصد کو چالاکی سے حاصل کرنے کی کوششیں کرتا ہے اور سچائی نہ ہونے کے نتیجہ میں چالاکی کے اندر ایک بیوقوفی شامل ہو جاتی ہے اور وہ اپنے آپ کو ضرور ظاہر کرتی ہے۔ اس لئے یہ اندرونی تضاد اور یہ بیوقوفیاں سبھی ایک جھوٹی چالاکی کا نتیجہ ہیں ورنہ سچی عقل کے نتیجہ میں یہ تضاد پیدا نہیں ہو سکتا۔

پس موجودہ حکومت نے یہ طریق اختیار کیا اور اپنے آپ کو بھٹو حکومت سے زیادہ چالاک سمجھا اور کہا کہ اُن کی تو بیوقوفی تھی کہ قومی اسمبلی میں سوال وجواب کا موقع دے دیا تھا۔ چنانچہ وائٹ پیپر میں یہ بھی لکھا گیا ہے کہ دراصل نبوّت کا جو دعویٰ کرے اس سے تو گفت وشنید کرنی

نہیں چاہیئے۔ دلائل سے اس کو شکست دینے کی کوشش کرنا ہی بیوقوفی ہے۔
اس لئے جو علاج ہم نے تجویز کیا ہے اس کے سوا کوئی علاج ہی نہیں ہے۔
لیکن اس کے باوجود

ساری دنیا میں الزام تراشیوں کا ظالمانہ سلسلہ

جاری کر دیا۔ قرآن کریم سے پتہ چلتا ہے کہ ظالموں کی کوششیں اُن کو کبھی فائدہ نہیں پہنچایا کرتیں۔ فرماتا ہے۔ فَلَمَّآ اَضَآءَتْ مَا حَوْلَهٗ ذَهَبَ اللّٰهُ بِنُوْرِهِمْ وَتَرَكَهُمْ فِیْ ظُلُمٰتٍ لَّا یُبْصِرُوْنَ۔ ایسے لوگ جو منافقانہ رنگ رکھتے ہیں، دعوے کچھ اور کر رہے ہوتے ہیں اور اُن کے اعمال کچھ اور ہوتے ہیں۔ حکمت کی باتیں کرتے ہیں مگر حکمت کے ساتھ ساتھ نہایت ہی احمقانہ حرکتیں بھی جاری رہتی ہیں۔ ان کی کوششیں کبھی اُن کو فائدہ نہیں پہنچایا کرتیں۔ وہ آگ تو ضرور بھڑکا دیا کرتے ہیں لیکن آگ سے جو تماشا دیکھنا چاہتے ہیں خدا تعالیٰ اُن کو اُس تماشے سے محروم کر دیا کرتا ہے، اُن کا نورِ بصیرت چھین لیتا ہے۔ آگ تو وہ جلانے کے لئے بھڑکاتے ہیں لیکن وہی آگ اُن کو نورِ بصیرت سے بھی محروم کر دیتی ہے اور پھر اُن کو ایسے ظلمات میں چھوڑ دیتا ہے کہ وہ کچھ بھی دیکھ نہیں سکتے۔ چنانچہ موجودہ حکومت کی مخالفانہ کوشش بھی عملاً جماعت احمدیہ کے فائدہ کا موجب بنی ہے اور انشاء اللہ فائدہ کا موجب بنتی چلی جائے گی۔

اس وقت جماعت احمدیہ عملاً ایسے دَور سے گزر رہی ہے جس کے

متعلق قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے : عَسٰٓی اَنْ تَکْرَهُوْا شَیْئًا وَّ هُوَ خَیْرٌ لَّکُمْ کہ بسا اوقات ایسا ہوتا ہے اور تم سے بھی ایسا ہوگا کہ تم ایک چیز کو ناپسند کرتے ہو، تمہارے دل دُکھتے ہیں، تمہیں تکلیف پہنچتی ہے، وَهُوَ خَیْرٌ لَّکُمْ جبکہ وہ تمہارے لئے خیر کا موجب ہوتی ہے۔ تم بچوں کو کڑوی دوائیاں پلاتے ہو، اُن کو ٹیکے کرواتے ہو وہ چلاتے ہیں، تم اُن کے ہاتھ پکڑ لیتے ہو، اُن کی کوئی پیش نہیں جانے دیتے۔ بچوں سے یہ سلوک اس لئے کیا جاتا ہے کہ اُس میں اُن کا فائدہ مضمر ہوتا ہے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ہم بھی تمہارے لئے بعض دفعہ ایسی تدبیریں کریں گے کہ جن سے تمہیں انتہائی تکلیف پہنچے گی لیکن بالآخر وہ تمہارے لئے فائدہ کا موجب ہوں گی۔ چنانچہ جماعت احمدیہ کے متعلق پاکستان کی حکومت نے ساری دنیا میں جو لٹریچر شائع کروایا ہے۔ اس کا

ایک بہت بڑا فائدہ

یہ ہوا ہے کہ ساری دنیا میں جماعت کی طرف توجہ پیدا ہونی شروع ہوگئی ہے۔ بعض لوگوں کے خواب و خیال میں بھی نہیں تھا کہ دنیا میں جماعت احمدیہ بھی کوئی جماعت ہے۔ اب اُن تک یہ اطلاعات پہنچیں، ساری دنیا کے اخباروں نے ان معاملات کا نوٹس لیا۔ چنانچہ احمدیت اپنی شہرت کے لحاظ سے اور معروف ہونے کے اعتبار سے آج اس آرڈیننس کے جاری ہونے سے قبل کے وقت سے کم سے کم بیس گُنا زیادہ معروف ہو چکی ہے۔ امریکہ

بلکہ انگلستان میں بھی لوگوں کی بھاری اکثریت جماعت سے بالکل ناواقف تھی۔ ظاہر ہے ایک دو مشنریز کے ذریعہ کروڑوں کی آبادی کو ہلایا تو نہیں جاسکتا، لوگ دلچسپی نہیں لیتے لیکن موجودہ مخالفت میں جماعت جن حالات سے گزری اور مصائب سے دوچار ہوئی اس کے نتیجہ میں ایک

انسانی ہمدردی پیدا ہوئی

اور اس ہمدردی کی وجہ سے جماعت کے معاملہ میں دلچسپی پیدا ہوئی۔ لوگوں نے جماعت کے لٹریچر کو پڑھنا شروع کیا اور پوچھنے لگے کہ تم ہو کیا۔ پھر اس کے علاوہ جو کسر رہ گئی تھی وہ حکومت پاکستان کے غیر منصفانہ لٹریچر نے پوری کر دی، کیونکہ ان کے لٹریچر کی طرز ہی ایسی ہے جس سے ایک معقول آدمی کو یہ اندازہ ہو جاتا ہے کہ ضرور دال میں کالا ہے۔ کوئی ایسی بات ہے کہ ایک طرف جماعت احمدیہ کے متعلق یہ لوگ کہتے ہیں کہ بس تھوڑے سے ہیں۔ سو سال میں زور لگانے کے باوجود ستر ہزار سے زیادہ نہیں بڑھ سکے اور ادھر اُن سے کتنی بڑی کروڑوں کی حکومت خائف ہو جائے، نہ صرف یہ بلکہ سارے عالم اسلام کے لئے خطرہ قرار دیا جائے، یہ اتنی نامعقول بات ہے جسے ہر آدمی تو ہضم نہیں کر سکتا اس لئے اس مضمون کو پڑھنے کے نتیجہ میں ایک ایسا آدمی بھی جس کو جماعت کے متعلق کچھ بھی علم نہ ہو اپنے اندر ایک ہمدردی محسوس کرتا ہے۔ کم سے کم جماعت سے متعلق معلوم کرنے کی جستجو اس میں ضرور پیدا ہو جاتی ہے۔

اللہ تعالیٰ کے فضل سے ہمارے لئے

ایک اور بہت اچھا موقع ہاتھ آگیا

جسے ہم پہلے کھو چکے تھے۔ قصّہ یہ ہے کہ گزشتہ حکومت نے اسمبلی کی کاروائی کے بارہ میں ہمارے ہاتھ باندھے ہوئے تھے۔ انہوں نے وہ ہاتھ ایک طرح سے کھول دیئے اور ہمیں جوابات کا موقع دیا۔ گزشتہ حکومت نے ہمیں پابند کر دیا تھا کہ تم نے یہ سوالات اور یہ جوابات دنیا کو نہیں بتانے۔ لیکن اس حکومت نے سوالات کی چوری وہیں سے کی ہے، کیونکہ میں تو ان حالات سے گزرا ہوں مجھے پتہ ہے، تمام سوالات من وعن وہی ہیں جو قومی اسمبلی میں اٹھائے گئے تھے۔ البتہ طریق یہ اختیار کیا گیا ہے کہ اُن میں سے کچھ تو وائٹ پیپر میں شامل کر لیئے گئے اور بیشتر ایک رسالہ کے سپرد کر دیئے گئے جو ہے تو ایک چیتھڑا لیکن بہرحال رسالہ کے نام سے مشہور ہے۔ قومی ڈائجسٹ کہلاتا ہے۔ اس کو پتہ نہیں کتنے لاکھ روپیہ دیا گیا۔ یہ رسالہ سارے کا سارا حضرت مسیح موعود علیہ الصّلوٰۃ والسّلام پر سراسر جھوٹے

الزامات کا ایک پلندہ

ہے جسے شائع کیا گیا۔ اس میں تہذیب سے گری ہوئی باتیں آپؑ کی طرف منسوب کی گئی ہیں اور ایسے عامیانہ انداز سے پیش کی گئی ہیں کہ شریف آدمی ان باتوں کو پڑھ ہی نہیں سکتا اور اگر پڑھے بھی تو بے اختیار ہو کر اس بازاری اندازِ صحافت

کے شاہکار کو نفرت سے پھینک دے۔ لیکن بصرفِ کثیر اُسے ایک نہایت شاندار اور عظیم الشان رسالے کی شکل بنا کر شائع کیا گیا اور سرکاری کتابچہ سے جو اعتراض باقی رہ گئے تھے وہ سارے اس کے اندر شامل کر دئیے اور یہ باقاعدہ ایک منصوبہ تھا اور اب احرار کے بعض نہایت ہی ذلیل قسم کے چیتھڑے ہیں جو اشتہارات کی شکل میں آئے روز شائع ہوتے رہتے ہیں جن کی طرف پاکستان کے شریف عوام کبھی توجہ ہی نہیں کرتے۔ اُن کو اتنی اہمیت دی جارہی ہے کہ وزارت اطلاعات ان کو خرید خرید کر ساری دنیا میں پاکستانی سفارت خانوں میں بھجوا رہی ہے۔ گویا وزارت اطلاعات یہ سمجھتی ہے کہ پاکستانی سفارت خانے صرف اسی کام کے لئے وقف ہیں۔ وہ کسی دن دیکھیں تو سہی کہ سفارت خانوں میں جماعت احمدیہ کے خلاف لٹریچر کا نبتا کیا ہے۔ آج کل تو سردی کا موسم ہے کوئی بعید نہیں کہ سفارت خانوں میں اُسے جلا کر ہاتھ سینکے جارہے ہوں اور اس طرح اس کا بہتر مصرف کیا جارہا ہو۔ پس سفارت خانوں کے عملہ کو تو اپنی ہوش نہیں ہوتی، وہ دوسری دلچسپیوں میں محو ہوتے ہیں۔ یورپ اور امریکہ کے عیش و عشرت سے آنکھیں بند کر کے اور اپنے مفادات سے مُنہ موڑ کر

جماعت احمدیہ کے متعلق

یکطرفہ اور جھوٹی باتیں پڑھتے ہیں وہ کیوں وقت ضائع کریں۔ جو لوگ ڈپلومیٹک سروس میں رہ چکے ہیں ان کو پتہ ہے کہ باہر سفارت خانوں میں ہوتا

کیا ہے اور اس قسم کے لٹریچر کی حیثیت کیا ہوتی ہے۔ صرف ٹائیٹل پر ایک
سرسری سی نگاہ ڈالتے ہیں اور بس۔ لیکن اس کے ساتھ ایک قسم کی یاد دہانی
ہو جاتی ہے کہ جماعت احمدیہ بھی ضرور کوئی قابل توجہ جماعت ہے پس ہمارے
خلاف چھپنے والے لٹریچر کی اس سے زیادہ کوئی حیثیت نہیں یا پھر وہ
جلتا ہے تو کوئی چائے گرم کر لیتا ہو گا اور کوئی ہاتھ سینک لیتا ہو گا۔
پس حکومت وقت کی طرف سے

نہایت ہی گندا اور مکروہ شکل کا لٹریچر

باقاعدہ خرید کر باہر کے سفارت خانوں کو بھجوایا جا رہا ہے۔ اور یہ لوگ
سمجھتے ہیں کہ وہ عظیم الشان کارنامہ سرانجام دے رہے ہیں۔ انشاءاللہ
تعالیٰ اس قسم کے لٹریچر کا بھی جواب دیا جائے گا، ویسے بیشتر جوابات
تیار بھی ہو چکے ہیں۔ لیکن جہاں تک خطبات کا تعلق ہے ان میں بہت سی
ضروریات پیدا ہوتی رہتی ہیں اس لئے تسلسل لازماً توڑنا پڑے گا۔ لیکن
جہاں تک خدا توفیق دے کچھ حصہ خطبات کی شکل میں اور کچھ حصہ نسبتاً
لمبی تقریروں کی صورت میں مَیں بیان کروں گا۔ اور وہ جو موقع ہاتھ سے
نکل گیا تھا کہ ساری دنیا تک اپنی بات ایک مناظرہ کی شکل میں پہنچائی جائے
اور یہ بتا کر پہنچائی جائے کہ حکومت پاکستان کا یہ مطلب تھا اور یہ وجوہات
ہیں جن کی بنا پر وہ ہمیں کافر سمجھتے ہیں یا غیر مسلم سمجھتے ہیں۔ چونکہ پہلے تو
وہ وجوہات ہم بتا ہی نہیں سکتے تھے، قانون نے ہمارے ہاتھ باندھے

ہوئے تھے۔ اور ہم اپنے وعدہ کے پکّے ہیں اس لئے ہم مجبور تھے ہم اپنے جواب شائع نہیں کر سکتے تھے۔ اب اُس پر موجودہ حکومت کی مہر لگ گئی ہے اُنھوں نے اپنا موقف بتا دیا ہے۔ اب

ہمارا جو موقف ہے وہ ہم ہی بتائیں گے

انشاء اللہ تعالیٰ۔ اور جس رنگ میں چاہیں گے بتائیں گے۔ اور ساری دنیا کو بتائیں گے۔ اور ہر زبان میں بتائیں گے۔ یہ تو مقابلہ کر ہی نہیں سکتے۔ ان کی کوئی حیثیت ہی نہیں ہے۔ دلائل کے سامنے اگر ٹھہرنا ہوتا تو اپنے ملک میں ہمیں دفاع کا موقع نہ دے دیتے؟ دلائل کے سامنے ٹھہرنے کا حوصلہ ہوتا تو ہماری کتابیں ضبط کرنے کی کیا ضرورت تھی، اخبار بند کرنے کی کیا ضرورت تھی، پریس سیل کرنے کی کیا ضرورت تھی، یہ بُزدل گروہ ہے۔ ان کے تو پاؤں ہی کوئی نہیں۔ ان میں ادنیٰ سی بھی جرأت ہوتی تو جماعت کو موقع دیتے کہ وہ بھی جواب دے۔ لیکن موقع تو ہم سے چھین نہیں سکتے۔ ہم تو ان کے گندے لٹریچر کے جواب کو ہر جگہ پہنچائیں گے اور پاکستان میں بھی پہنچائیں گے۔ انشاء اللہ تعالیٰ دنیا کی کوئی طاقت

جماعت احمدیہ کی ترقی

کو روک نہیں سکتی کیونکہ یہ خدا کی قائم کردہ جماعت ہے۔

رہا یہ سوال کہ جماعت احمدیہ کے خلاف یہ حالات کب تک رہیں گے

تو جیسا کہ میں نے پہلے بیان کیا ہے اس کے متعلق تو اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے لیکن میں صرف اتنا کہہ کر آج کا یہ خطبہ ختم کروں گا کہ بعض لوگوں کے خطوط سے کچھ مایوسی کا سا رنگ جھلک رہا ہے جو مجھے بہت تکلیف دیتا ہے۔ مایوسی تو نہیں کہنا چاہیئے مایوسی کے سوا کوئی اور نام ہونا چاہیئے۔ کیونکہ ایسے احباب خدا کی رحمت سے مایوس تو نہیں ہیں۔ لیکن جو نتیجہ وہ نکال رہے ہیں اس میں بہت جلدی کی جا رہی ہے۔ بڑی عجلت سے کام لیا جا رہا ہے۔ وہ یہ سمجھتے ہیں کہ موجودہ تقدیر گزشتہ مخالفتوں سے اس رنگ میں بھی مختلف ہے کہ اب غالباً اس ملک سے ہمارے مرکز کو ہجرت کرنی پڑے گی اور مشکلات کا ایک لمبا عرصہ سامنے ہے۔ بایں ہمہ وہ یہ بھی یقین رکھتے ہیں کہ اس کے نتیجہ میں

عظیم الشان فتوحات نصیب ہوں گی

جیسا کہ ہمیشہ سے ہوتا رہا ہے۔ لیکن میں سمجھتا ہوں یہ نتیجہ بہت جلدی نکال لیا گیا ہے۔ میں تو بالکل یہ نتیجہ نکالنے پر رضامند نہیں ہوں۔ ویسے یہ کہنا صحیح ہے کہ تاریخ اپنے آپ کو دہرایا کرتی ہے لیکن یہ ضروری نہیں کہ لفظاً لفظاً دہرائی جاتی ہے کہ گویا وہی شکلیں وہی صورتیں وہی نام سو فیصدی ظاہر ہو جائیں۔ تاریخ اپنے آپ کو دہراتی ہے لیکن اصولوں کے طور پر دہراتی ہے۔ اور وہ اصول قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے محفوظ فرما دیئے ہیں۔ پس وہ اصول تو ضرور دہرائے جائیں گے کیونکہ

وہ سنّت اللہ کہلاتے ہیں اور سنّتِ انبیاء بن جایا کرتے ہیں۔ لیکن ان اصول کے نقوش مختلف بھی ہو سکتے ہیں یعنی عملاً وہ جس طرح جاری ہوں اُسی طرح اُن کی شکلیں بدل سکتی ہیں۔ اور پھر یہ فیصلہ کر لینا کہ اب یہ واقعہ یوں ظاہر ہو گیا ہے، یہ تو صحیح نہیں۔ کیونکہ جب تک اللہ تعالیٰ خود واضح طور پر خبر نہ دے دے یا تقدیر اس طرح کھُل کر سامنے نہ آجائے کہ اُسے تسلیم کئے بغیر چارہ نہ ہو، اس میں جلدی نہیں کرنی چاہیئے۔

خدا کی کسی تقدیر سے مفر نہیں

خدا کی کسی تقدیر سے ہم ناراض نہیں ہو سکتے لیکن اس کے باوجود میں آپ کو تاکید کرتا ہوں کہ اس فیصلہ میں جلدی نہ کریں کیونکہ جب آپ یہ فیصلہ کریں گے تو آپ کی دعاؤں میں کم ہمتی آجائے گی، آپ کی دعاؤں کی بیقراری کچھ کم ہو جائے گی۔ آپ سمجھیں گے کہ لمبا معاملہ ہے کوئی فرق نہیں پڑتا، اسی طرح ہوتا آیا ہے۔ ایسی صورت میں پھر جو بے تابی اور بے قراری کی دعائیں ہوتی ہیں اُن میں وہ شدّت نہیں رہتی۔ یہ ایک بہت بڑا نقصان ہے جس سے الٰہی جماعت کے لئے بچنا ضروری ہے۔ اس لئے تقدیر تو وہی چلے گی جو خدا کی تقدیر ہے، اُس کو تو کوئی بدل نہیں سکتا۔ لیکن اپنی دُعاؤں اور التجاؤں کا حوصلہ کیوں نیچا کرتے ہیں۔ سپاہی تو وہ ہوتا ہے جو میدان میں لڑتا رہتا ہے، سینے پر گولی کھاتا ہے اور پیچھے نہیں ہٹتا۔

پس خدا کی تقدیر سے کوئی لڑ نہیں سکتا۔ خدا کی تقدیر نے خود ہی

اپنی تقدیر کے مقابلہ کا ہمیں ایک گُر بھی سکھایا ہُوا ہے اور وہ یہ ہے کہ ہم عاجزانہ رنگ میں دعائیں کرتے رہیں

کیونکہ عاجزانہ دعاؤں کی تقدیر بھی ایک الگ تقدیر ہے جو اپنا کام کر رہی ہوتی ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ یہ تقدیر بعض دفعہ ایسی قوی ہو جاتی ہے کہ اس کے لئے میں اپنی دوسری تقدیر بدل دیا کرتا ہوں اور دعاؤں کی تقدیر کو غالب کر دیا کرتا ہوں۔ وہ عظیم الشان معجزہ جو عرب میں رُونما ہُوا اس کا تجزیہ کرتے ہوئے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا قوم نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے جو سلوک کیا اس کا نتیجہ تو صرف یہ نکلنا چاہیئے تھا کہ ساری قوم ہلاک ہو جاتی اور تہہ و بالا کر دی جاتی۔ نوحؑ کی قوم سے زیادہ وہ اس بات کی سزاوار تھی کہ اُن مخالفین میں سے ایک فردِ بشر باقی نہ چھوڑا جاتا۔ وہ جو طائف کے سفر میں انتہائی دُکھ دہ واقعہ گزرا تھا اور اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کے ذریعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو پیغام بھیجا تھا اس میں یہی تو حکمت ہے جو ظاہر کی گئی ہے کہ ہر گندے سلوک پر خدا کی تقدیر یہ چاہتی ہے کہ معاندین کو ہلاک کر دے۔ لیکن اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اے محمدؐ! تیرے دل کی آرزو بھی ایک تقدیر بنا رہی ہے۔ خدا کے نزدیک تیری عاجزانہ دعائیں اور پُر زور التجائیں بھی ایک تقدیر بنا رہی ہیں اور وہ بھی خدا ہی کی تقدیر کا حصہ ہیں۔ پس اے رسولؐ! تیرے جذبات تیری دعائیں

ہر دوسری تقدیر سے زیادہ اہمیت رکھتی ہیں اس لئے تیرے منشاء کے بغیر تجھ سے پوچھے بغیر کہ اس قوم کے ساتھ میں کیا سلوک کروں، میں اپنی دوسری تقدیر ظاہر نہیں کروں گا۔ لیکن دوسری تقدیر کیا تھی وہ یہی تو تھی کہ اگر تیرا دل چاہتا ہے۔ اگر تُو اتنا بے قرار اور دُکھی ہو چکا ہے کہ ان کو مٹانے پر آمادہ ہو گیا ہے تو میں اپنے فرشتوں کو حکم دوں گا کہ وہ دو پہاڑوں کو اس طرح اکٹھا کر دیں کہ طائف کی بستی کا نشان ہمیشہ کے لئے دنیا سے مٹ جائے۔ یہ تو

ایک چھوٹا سا واقعہ تھا

جو مخفی تقدیر الٰہی کے اظہار کے طور پر ہمارے سامنے آیا مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم صرف اسی وقت تو خدا کے پیارے نہیں تھے۔ صرف وہی ایک دَور تو نہیں تھا جس میں آپؐ نے اللہ کی راہ میں دُکھ اُٹھایا۔ ہر آن آپؐ کے دل پر ایک قیامت ٹوٹا کرتی تھی اور ہر روز آنحضورؐ خدا کی خاطر اپنی جان قربان کرتے چلے جاتے تھے۔ چنانچہ اس آیہ کریمہ قُلْ اِنَّ صَلَاتِیْ وَنُسُکِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ۔ (الانعام آیت: ۱۶۳) کی رُو سے آپؐ خدا کی خاطر ہر روز مرتے تھے اور خدا ہی کی طرف سے ہر روز زندہ کئے جاتے تھے۔ اس لئے یہی وہ تقدیر تھی جو مسلسل جاری رہی اور اس کے مقابل پر آپؐ کی دعائیں بھی مسلسل جاری رہیں۔ اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ

با لآخر محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی

دعاؤں کی تقدیر غالب آگئی

اور آسمان پرستی گئی۔ اور وہ قوم جس کی ہلاکت مقدر ہوچکی تھی اس کو ہمیشہ کی زندگی عطا کی گئی۔ اُس آقا کی غلامی کے آپ دعویدار ہیں اُسی کے نقشِ قدم پر چلیں اور قوم کی ہلاکت چاہنے میں جلدی نہ کریں۔ بلکہ اس کے احیاء کے لئے خدا تعالیٰ سے دعائیں کریں۔ خدا کرے کہ ایسا ہی ہو اور قوم جلد تر سمجھ جائے۔

جہاں تک میری ذات کا تعلق ہے مَیں تو یہی سمجھتا ہوں کہ ۱۹۸۴ء کا سال احرار کا سال تھا اور انشاء اللہ تعالیٰ ۱۹۸۵ء کا سال جماعت احمدیہ کا سال ثابت ہوگا۔"

Published by
Additional Nazarat Isha'at and Vakalat Tasneef,
The London Mosque, 16 Gressenhall Road, London SW18 5QL